تقریر

"وہ علومِ ظاہری... سے پُر کیا جائے گا"

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (المجادلہ:12)

اللہ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور خصوصاً ان کے جن کو علم عطا کیا گیا ہے۔

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

سامعین کرام! آج مجھے پیشگوئی مصلح موعود کی ایک علامت "وہ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا" سے علومِ ظاہری پر کس قدر عبور اللہ تعالی نے آپؓ کو عطا فرمایا اُس کا کچھ حصہ وقت کی رعایت سے بیان کرنا ہے۔

پیشگوئی مصلح موعودؓ میں درج موعود فرزند کے متعلق باون علامات میں سے ایک علامت وہ "علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا" بھی ہے جو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کے حق میں پوری ہوئی۔ اِس علامت کی خصوصیات اور برکات بیان کرنے سے قبل یہ بتانا ضروری ہے کہ آپ یعنی حضرت مصلح موعودؓ کی ظاہری تعلیم کیا تھی اور بچپن میں آپؓ کی صحت کیسی رہتی تھی۔ تا اِن کیفیات کو سامنے رکھ کر تقریر کے اگلے حصہ میں بیان ہونے والی تفصیل کے ساتھ موازنہ کر سکیں اور یہ سمجھ سکیں کہ یہ کسی معجزہ سے کم نہیں۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی صحت بچپن سے ہی خراب رہتی تھی اور تعلیم کی طرف زیادہ توجہ نہیں دے سکتے تھے بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ آپؓ کا مروجہ سکول کی تعلیم حاصل کرنا خدائی مصلحت کے خلاف تھا۔ آپؓ شروع سے ہی سکول میں تعلیمی لحاظ سے کمزور شمار ہوتے تھے۔ اس بات کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی احساس تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی تعلیم کے متعلق حضرت اقدسؑ نے حضرت مفتی محمد صادقؓ جو اُس وقت ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے ہیڈ ماسٹر متعین تھے کو جنوری 1905ء میں خط لکھا:

"آپ کو معلوم ہے کہ محمود احمد پڑھائی میں بہت کمزور ہے اس لئے میرے نزدیک یہ تجویز مناسب ہے کہ آپ تجویز کر دیں کہ ایک ہوشیار طالبِ علم ایک وقت مقرر کر کے اس کو پڑھایا کرے۔ جو کچھ آپ مقرر کریں اس کو ماہ بماہ دے دیا جائے گا"

حضرت مفتی محمد صادقؓ، حضرت صاحبزادہ صاحب کی تعلیمی کیفیت پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

"آپ (حضرت میاں محمود احمد صاحب) اسکول میں پڑھتے تھے مگر ہر جماعت میں فیل ہوتے تھے لیکن ہم پھر بھی اگلی جماعت میں بڑھا دیتے تھے اس لئے کہ آپ حضرت اقدس کے فرزند ہیں"
(الفضل 2 اکتوبر 1935ء)

حضرت مصلح موعودؓ اپنی صحت اور تعلیمی حالت کے بارے میں خود فرماتے ہیں:

"آنکھوں میں کُکرے، جگر کی خرابی، عظمِ طحال کی شکایت اور پھر اس کے ساتھ بخار کا شروع ہو جانا جو چھ چھ مہینے تک نہ اُترتا اور میری پڑھائی کے بارہ میں بزرگوں کا یہ فیصلہ کر دینا کہ یہ جتنا چاہے پڑھ لے اِس پر زیادہ زور نہ دیا جائے ان حالات سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ میری تعلیمی قابلیت کا کیا حال ہو گا" (انوار العلوم جلد 17 صفحہ 567)

حضورؓ ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں۔

"دُنیوی لحاظ سے مَیں پرائمری فیل ہوں مگر چونکہ گھر کا مدرسہ تھا اس لئے اوپر کی کلاسوں میں مجھے ترقی دے دی جاتی تھی۔ پھر مڈل میں فیل ہوا مگر گھر کا مدرسہ ہونے کی وجہ سے پھر مجھے ترقی دے دی گئی آخر میٹرک کے امتحان کا وقت آیا تو میری ساری پڑھائی کی حقیقت کُھل گئی اور مَیں صرف عربی اور اردو میں پاس ہوا اور اس کے بعد پڑھائی چھوڑ دی گویا میری تعلیم کچھ بھی نہیں"
(تفسیر سورہ کوثر، تفسیرِ کبیر جلد 10 صفحہ 357)

لیکن آپؓ ظاہری و باطنی علوم کے حوالے سے خود فرماتے ہیں:

"وہ ظاہری و باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا اور خدا تعالیٰ اُسے آسمان سے اپنے علوم سکھائے گا اور فرشتے وہ علوم اسے پڑھائیں گے جو دین کے لئے ضروری ہیں۔ میری حالت یہ تھی کہ مَیں انگریزی کی دو سطریں بھی صحیح نہیں لکھ سکتا تھا لیکن للہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خود میری ایسی تربیت کی کہ ہر علم میں مجھے ملکہ عطا کیا اور ہر قسم کے علوم سکھائے" (انوار العلوم جلد 17 صفحہ 267)

سامعین! پیشگوئی مصلح موعود کی اِس علامت کے دو حصّے ہیں یا دو شقیں کہہ لیں۔ ایک کا تعلق علومِ ظاہری سے ہے جبکہ دوسری شق کا تعلق علومِ باطنی سے ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ اس سلسلہ میں خود فرماتے ہیں۔

"دنیا کا کوئی علم ایسا نہیں جس کے اصول کو مَیں نہ سمجھتا ہوں۔ بغیر اس کے کہ مَیں نے ان علوم کی کتابیں پڑھی ہوں۔ مجھے خدا نے ان کے متعلق علم دیا ہے اور چونکہ مَیں قرآن کے ماتحت ان علوم کو دیکھتا ہوں اس سے ہمیشہ صحیح نتیجہ پر پہنچتا ہوں اور کبھی ایک دفعہ بھی للہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے اپنی رائے کو تبدیل نہیں کرنا پڑا" (خطباتِ محمود جلد 13 صفحہ 502)

اور حضرات! علوم باطنی کی تشریح کرتے ہوئے حضورؓ نے فرمایا۔

"دوسری خبر اس پیشگوئی میں یہ دی گئی تھی کہ وہ باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا۔ باطنی علوم سے مراد وہ علومِ مخصوصہ ہیں جو خدا تعالیٰ کے خاص ہیں۔ جیسے علم غیب ہے، جسے وہ اپنے ایسے بندوں پر ظاہر کرتا ہے جن کو وہ دنیا میں کوئی خاص خدمت سپرد کرتا ہے تاکہ خدا تعالیٰ سے ان کا تعلق ظاہر ہو اور وہ ان کے ذریعہ سے لوگوں کے ایمان تازہ کر سکیں۔ سو اس شق میں بھی للہ تعالیٰ نے مجھ پر خاص عنایت فرمائی ہے اور سینکڑوں خوابیں اور الہام مجھے ہوئے ہیں جو علوم غیب پر مشتمل ہیں" (الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 579)

سامعین کرام! آج مجھے پہلی شق یعنی **وہ علومِ ظاہری سے پُر کیا جائے گا** پر اختصار سے روشنی ڈالنی ہے۔ ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ علوم ظاہری کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"آپؓ کا ایک لیکچر اسلام میں اختلافات کے آغاز پر ہے جو 1919ء میں آپؓ نے مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی (Martin Historical Society) کے ایک اجلاس میں اسلامیہ کالج لاہور میں فرمایا۔ تقریباً سو صفحہ کا یہ کُل مکمل لیکچر ہے... (جو) سید عبدالقادر صاحب پروفیسر تاریخ کی صدارت میں یہ منعقد ہوا۔ اس وقت یہ عبدالقادر صاحب تاریخ کے بڑے پروفیسر تھے۔ احمدی نہیں تھے۔ اس مضمون کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضورؓ نے فرمایا کہ اسلام میں تفرقہ کی بنیاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پندرہ سال بعد پڑی ہے اور اُس وقت کے بعد مسلمانوں میں شقاق کا شگاف وسیع ہی ہوتا چلا گیا ہے اور اِسی زمانہ کی تاریخ نہایت تاریک پردوں میں چھپی ہوئی ہے اور اسلام کے دشمنوں کے نزدیک اسلام پر ایک بدنما دھبہ ہے اور اس کے دوستوں کے لیے بھی ایک سر چکرا دینے والا سوال ہے اور بہت کم ہیں جنہوں نے اس زمانے کی تاریخ کی دلدل سے صحیح و سلامت پار نکلنا چاہا ہو اور وہ اپنے مدعا میں کامیاب ہو سکے ہوں اس لیے مَیں نے یہی پسند کیا کہ آج آپ لوگوں کے سامنے اسی کے متعلق کچھ بیان کروں۔ چنانچہ حضور نے جو تقریر فرمائی اس میں گراں قدر نصائح تھیں، تحقیق تھی۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ یہ خیال کہ اسلام میں فتنوں کے موجب بعض بڑے بڑے صحابہ ہی تھے بالکل غلط ہے۔ حضورؓ نے اپنے اس مقالہ میں حضرت عثمانؓ کے ابتدائی حالات، حضرت عثمانؓ کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں مرتبہ جو تھا وہ کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کا مرتبہ۔ فتنہ کہاں سے پیدا ہوا؟ خلافت اسلامیہ ایک مذہبی انتظام تھا۔ صحابہ کی نسبت بدگمانی بلاوجہ ہے اس پر بحث کرتے ہوئے فتنہ کی وجوہ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اس کے شروع ہونے والے اسباب و عوامل بیان فرمائے۔ فتنہ کے بانی مبانی عبداللہ بن سبا کے حالات اور اس زمانے میں کوفہ، بصرہ، شام اور وہاں کے مسلمانوں کے عمومی مزاج پر روشنی ڈالی۔ حضرت عثمانؓ پر یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی مرضی سے ایسے امراء مقرر کر دیے تھے جو اس فتنے کا باعث بن رہے تھے۔ حضورؓ اس کے متعلق اپنی رائے دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ غرض جو لوگ تحقیق کے لیے بھیجے گئے تھے وہ نہایت عظیم الشان اور بے تعلق لوگ تھے اور ان کی تحقیق پر کسی شخص کو اعتراض کی گنجائش حاصل نہیں۔ فرمایا کہ پس ان تینوں صحابہ کا مع ان دیگر آدمیوں کے جو دوسرے بلاد میں بھیجے گئے تھے متفقہ فیصلہ کر دینا کہ ملک میں بالکل امن و امان ہے۔ ظلم و تعدّی کا نام و نشان نہیں۔ حکام عدل و انصاف سے کام لے رہے ہیں، ایک فیصلہ ہے جس کے بعد کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب فساد چند شریر النفس آدمیوں کی شرارت اور عبداللہ بن سبا کی انگیخت کا نتیجہ تھا ورنہ حضرت عثمانؓ اور ان کے نواب یعنی ان کے جو عامل مقرر کیے گئے تھے، گورنر تھے، وہ ہر قسم کے اعتراضات سے پاک تھے۔ حضرت عثمانؓ اپنی طبیعت کے مطابق نرمی اور رحمدلی کی طرف مائل رہے۔ مفسدوں کی شرارت اور فتنہ پردازی پر یہی کہتے رہے کہ میں مسلمانوں کے خون سے اپنا ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا۔ کبار صحابہ اور حضرت معاویہ نے اس سلسلہ میں قیامِ امن کے لیے بعض تجاویز پیش کیں مگر حضرت عثمانؓ رحمدلی کے طریق پر ہی قائم رہے بلکہ معترضین کے منہ بند کرنے کے لیے ان کے مطالبات بھی جائز حد تک مان لیتے رہے۔ اختلاف روایات اور تاریخی حالات کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ایک نہایت ضروری اور لازمی امر بیان کرتے ہوئے حضورؓ فرماتے ہیں کہ اس زمانے کی تاریخ کے متعلق بہت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اس زمانے کے بعد کوئی ایسا زمانہ نہیں آیا جو ایک یا دوسرے فریق سے ہمدردی رکھنے والوں سے خالی ہو اور یہ بات تاریخ کے لیے نہایت مضر ہوتی ہے کیونکہ جب سخت عداوت یا ناواجب محبت کا دخل ہو تو روایت کبھی بعینہٖ نہیں پہنچ سکتی۔ تاریخ کی تصحیح کا یہ زرّیں اصل ہے کہ واقعات عالم ایک زنجیر کی طرح ہیں۔ کسی منفرد واقعہ کی صحیح صحت معلوم کرنے کے لیے اسے زنجیر میں پرو کر دیکھنا چاہیے کہ وہ کڑی ٹھیک اپنی جگہ پر پروئی بھی جاتی ہے کہ نہیں۔ حضورؓ کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ ہر ایک فتنہ سے یا عیب سے پاک تھے بلکہ ان کا رویہ نہایت اعلیٰ اخلاق کا مظہر تھا اور ان کا قدم نیکی کے اعلیٰ مقام پر قائم تھا اور یہ کہ صحابہ کو حضرت عثمانؓ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہ آخر دم تک وفاداری سے کام لیتے رہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ پر خفیہ ریشہ دوانیوں کا الزام بھی بالکل غلط ہے۔ انصار پر جو الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ سے ناراض تھے وہ غلط ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انصار کے سب سردار اس فتنہ کے دور کرنے میں کوشاں رہے ہیں۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 4 صفحہ 11 تا 13)

اس پر بعضوں نے، غیروں نے بھی تاثرات دیے۔ ”اس کی پہلی اشاعت پر سید عبد القادر صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے تمہید تحریر فرمائی تھی جس میں لکھا تھا کہ فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شُد بُد ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصل وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوانِ خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے کہ ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہو گا۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہد کی جس قدر اصلی اسلامی تاریخوں کا مطالعہ کیا جائے گا اسی قدر یہ مضمون سبق آموز اور قابل قدر معلوم ہو گا۔“ (نوٹ از ناشر (فضل محمود جاوید قادیان) اسلام میں اختلافات کا آغاز صفحہ 2 مطبوعہ ستمبر 1937ء)

(خطبہ جمعہ 19/ فروری 2021ء)

سامعین! یہ جلد جلد بڑھنے والا موعود فرزند علم کے میدان میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی تربیت کے نتیجہ میں ایسا چمکا کہ دنیا کی آنکھیں خیرہ کر دیں۔ پس یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کے پاس علوم کا خزانہ تھا۔ آپ نہ صرف دنیا کے ہر علم سے گہری واقفیت رکھتے تھے بلکہ ہر علم پر محاکمہ بھی فرماتے اور جملہ علوم کے نقائص پر اطلاع رکھتے تھے اور ان پر تنقید بھی کرتے تھے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے حضور کو دینی اور دنیوی علوم کا حصّہ وافر عطا فرمایا تھا۔ آپ کے پاس ہر قسم کے ماہرین علم ملاقات کے لئے آتے تھے۔ آپ ان کو پوری طرح مطمئن فرمایا کرتے تھے۔ مختلف علوم کے ماہرین کی راہنمائی فرماتے ہوئے ان کی علمی مشکلات حل فرماتے۔ کہیں سائنس اور مذہب کے ٹکراؤ کو دور کرتے اور کہیں انسان کے ارتقا اور چاند پر پہنچنے کی توجیہ فرماتے۔ کہیں تاریخی مسائل کو بیان فرماتے اور کہیں عمرانیات جیسے مشکل موضوع کی عقدہ کشائی فرماتے۔ کبھی تصوف کے مسائل پر بصیرت افروز روشنی ڈالتے تو کبھی اخلاقیات کے نظریے کو الم نشرح کرتے۔ کہیں اسلام کا دیگر مذاہب اور نظریات سے موازنہ کرتے تو کہیں اسلام کے اندر بدرسومات کے خلاف جہاد کا اعلان فرماتے۔

غرض اس طرح کے مختلف النوع مسائل کی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے ایک وسیع مطالعہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی زیر مطالعہ کتب کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔ حضور نے مختلف علوم کی جن بے شمار کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ اُس کا اندازہ ایک زاویہ سے یوں لگایا جاسکتا ہے کہ خلافت لائبریری میں مختلف مذاہب، علوم، طب وڈاکٹری اور حوالہ جات وڈکشنریز کی کتب جن پر آپؓ کے قلم مبارک سے نوٹ درج ہیں اُن کی تعداد آٹھ ہزار ایک (8001) بنتی ہے۔

(ماخوذ از الفضل 9/ مارچ 1966ء)

علمی زندگی کا آغاز

حضورؓ کی دنیوی تعلیم تو نہ ہونے کے برابر تھی۔ مگر چونکہ خدائی وعدوں کے مطابق آپ کا علوم ظاہری سے پُر ہونا دنیا پر ثابت کرنا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے آپ کی تعلیم وتربیت کی اور اپنے فضل سے ایسے حالات اور سامان پیدا فرمائے کہ آپؓ اپنے مطالعہ سے اپنے علمی دائرے کو وسیع سے وسیع تر کرتے چلے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت بھی ڈالی چنانچہ آپ کے علم کا دائرہ غیر معمولی طور پر نہایت تیزی سے پھیلتا چلا گیا اور علمی لحاظ سے آپؓ نے غیر معمولی حیثیت اختیار کر لی۔ اگر پیشگوئی کے الفاظ "پُر کیا جائے گا" پر غور کریں تو برتن کی مثال سامنے آتی ہے جب وہ برتن لبریز ہو کر اِس میں موجود مائع باہر کو بہنے لگتا ہے۔ بس یہی کیفیت حضرت مصلح موعودؓ کی تھی پہلے اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام علوم سے پُر کیا تاکہ وہ ان علوم کو پھیلا سکیں جن علوم کو اللہ تعالیٰ نے پھیلانے کا ارادہ کیا تھا۔

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے دنیا کے سب بڑے بڑے علوم پر اپنی کتب، خطبات اور تقاریر میں بحث کی ہے اور ایسے نکات بیان فرمائے ہیں کہ پڑھنے والا دنگ رہ جاتا ہے۔ ان علوم کے ماہرین عش عش کر اُٹھتے ہیں۔ دنیا کا کوئی علم ہو۔ سیاسیات ہو یا قانون، اخلاقیات ہو یا الٰہیات، نفسیات ہو یا علم طب، ایلوپیتھک طریق علاج ہو یا ہومیوپیتھک، فزکس ہو یا کیمسٹری، اقتصادیات ہو یا معاشیات، عمرانیات ہو یا شہریت، علم ارتقاء ہو یا فلکیات، علم حساب ہو یا علم ہیئت، علم تاریخ ہو یا علم جغرافیہ، علم تفسیر ہو یا علم حدیث، علم فقہ ہو یا تصوف، موازنہ مذاہب ہو یا دنیاوی علوم غرضیکہ کوئی ایسا علم نہیں جس کے متعلق آپ نے اپنے خطبات یا تقاریر اور تحریرات میں سیر حاصل بحث نہ کی ہو۔ آپ کے پیدا کردہ لٹریچر میں اتنی وسعت اور تنوع ہے کہ شاید ہی دنیا کے کسی مصنف کے لٹریچر میں پایا جاتا ہو۔ آئیں! بطور نمونہ چند دنیاوی علام میں آپ کی دسترس کا اندازہ لگائیں۔

علم تاریخ وسیرت

اللہ تعالیٰ نے حضور کو اتنا نور فراست عطا فرمایا تھا کہ آپ تاریخ کے مطالعہ کے دوران کسی دَور کے حالات وواقعات پڑھ کر فوراً سمجھ جاتے تھے کہ یہ واقعہ غلط ہے اور بہت سی متضاد روایات میں سے قرائن اور درایت سے صحیح روایت اخذ کر لیتے تھے۔ حضور نے علم تاریخ اور سیرت پر جو کتب تصنیف فرمائی ہیں وہ اپنی اہمیت اور افادیت کے لحاظ سے بہت بلند مقام رکھتی ہیں۔ ان میں سے صرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسوانح پر 10 سے زائد کتب موجود ہیں۔ جن میں چند ایک ضخیم کتب میں شمار ہوتی ہیں۔ ان کے علاوہ موازنہ مذاہب اور سیرت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل دیباچہ تفسیر القرآن ایسی عظیم الشان تصنیف ہے جس پر کئی متعصب مستشرقین بھی آپؓ کو دادِ تحسین دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ مشہور مستشرق اے۔ جے۔ آربری نے لکھا:

”اس کتاب کو علم وفضل کا شاہکار قرار دینا مبالغہ نہ ہو گا“

علم اقتصادیات

سامعین! بیسویں صدی میں امیر اور غریب کے درمیان طبقاتی کشمکش کا بڑا سبب اقتصادی ناہمواری تھا۔ حضور نے اس موضوع پر جماعت احمدیہ کی بالخصوص اور دنیا کی بالعموم جس شاندار طریقے سے راہنمائی فرمائی وہ قابلِ قدر ہے۔ آپ نے نوجوانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ بیکار نہ رہیں۔ تجارت کی طرف توجہ دیں۔ آغاز میں معمولی چیزیں لے کر فروخت کریں جب آپ کو تجارت کا گُر آجائے گا۔ آپ اس مہارت کی وجہ سے ایک مقام حاصل کر جائیں۔ کسی کام کے کرنے میں ہتک نہ سمجھیں۔ اس سے انسان کے اندر کام کر کے کھانے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ نے زمینداروں کی راہنمائی فرمائی کہ وہ اچھا بیج اور کھاد استعمال کر کے زیادہ پیداوار حاصل کر سکتے ہیں۔ فصلوں کو بدل بدل کر کاشت کریں۔ جہاں پانی کم ہے باغات لگائیں اس طرح اپنی آمد بڑھائیں وہاں ملک کی معیشت بھی ترقی کرے گی۔ اس سلسلہ میں حضور نے خطبات اور تقاریر کے علاوہ کئی کتب تصنیف فرمائیں۔

"اسلام کا اقتصادی نظام" حضورؓ کی وہ معرکۃ الآراء تقریر ہے جو حضور نے 1945ء میں احمدیہ ہوسٹل لاہور میں فرمائی۔ جس میں بہت سے مختلف مذاہب کے ذی علم احباب بھی شریک تھے۔ اس تقریر میں حضور نے قرآن کریم کے پیش کردہ اقتصادی نظام کو بیان فرمایا اور ثابت کیا کہ اسلام کا پیش کردہ اقتصادی نظام ہی سب سے ارفع اور اعلیٰ ہے اور یہی نظام دنیا میں پائیدار عالمی امن کا ضامن ہے۔ اقتصادی ماہرین نے اس کو پسند کیا ہے اس جلسہ کی صدارت مسٹر رام چند مچندہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ نے کی تھی۔ حضورؓ کی تقریر کے بعد انہوں نے اپنے صدارتی ریمارکس میں کہا:

"مَیں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ مجھے ایسی قیمتی تقریر سننے کا موقع ملا اور مجھے اِس بات کی خوشی ہے کہ تحریکِ احمدیت ترقی کر رہی ہے اور نمایاں ترقی کر رہی ہے۔ جو تقریر آپ نے اس وقت سُنی ہے اس کے اندر نہایت قیمتی اور نئی نئی باتیں حضرت امام جماعت احمدیہ نے بیان فرمائی ہیں۔ مجھے اس تقریر سے بہت فائدہ ہوا ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں نے بھی ان قیمتی معلومات سے فائدہ اٹھایا ہوگا۔ یہ میری غلطی تھی کہ اسلام اپنے قوانین میں صرف مسلمانوں کا ہی خیال رکھتا ہے۔ غیر مسلموں کا کوئی لحاظ نہیں رکھتا مگر آج رات حضرت امام جماعتِ احمدیہ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام تمام انسانوں میں مساوات کی تعلیم دیتا ہے۔" (از پیش لفظ اسلام کا اقتصادی نظام)

سامعین پر اس تقریر کا اتنا اثر ہوا۔ ایک پروفیسر صاحب تقریر کو سن کر رو پڑے اور بعض طلباء نے جو کمیونزم کے حامی تھے اس امر کا اظہار کیا کہ وہ اسلام کے اقتصادی نظام کے قائل ہو گئے ہیں اور اب اسے صحیح اور درست تسلیم کرتے ہیں۔ یونیورسٹی کے ایم اے اقتصادیات کے طلباء نے حضور سے درخواست کی کہ اس لیکچر کا انگریزی میں ترجمہ کروا کے اسے ماہرین اقتصادیات کے پاس بھجوایا جائے۔

ان سب کوائف سے ظاہر ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کا علم کسبی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی موہبت اور عطا ہے۔

علم الحساب

سامعین! علم حساب کتاب کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:

"ماسٹر فقیر اللہ صاحب..... ہمارے حساب کے استاد تھے..... اُنہوں نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس میرے متعلق شکایت کی کہ حضور! یہ کچھ پڑھتا نہیں کبھی مدرسہ میں آجاتا ہے اور کبھی نہیں آتا۔ مجھے یاد ہے جب ماسٹر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس یہ شکایت کی تو مَیں ڈر کے مارے چھپ گیا کہ معلوم نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کس قدر ناراض ہوں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب یہ بات سُنی تو آپؑ نے فرمایا۔ آپ کی بڑی مہربانی ہے جو آپ بچے کا خیال رکھتے ہیں اور مجھے آپ کی بات سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ یہ کبھی کبھی مدرسے چلا جاتا ہے ورنہ میرے نزدیک تو اس کی صحت اس قابل نہیں کہ پڑھائی کر سکے۔ پھر ہنس کر فرمانے لگے اس سے ہم نے آٹے دال کی دکان تھوڑی کھلوانی ہے کہ اسے حساب سکھایا جائے۔ حساب اسے آئے یا نہ آئے کوئی بات نہیں آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ نے کونسا حساب سیکھا تھا۔ اگر یہ مدرسہ میں چلا جائے تو اچھی بات ہے ورنہ اسے مجبور نہیں کرنا چاہیے۔ یہ سُن کر ماسٹر صاحب واپس آ گئے۔ (الموعود انوار العلوم جلد 17 صفحہ 567)

مگر اللہ تعالیٰ نے حساب میں بھی آپ کو اس قدر ملکہ عطا فرمایا تھا کہ تقریروں کے دوران یا کسی سے بات کرتے ہوئے فوراً کروڑوں اور اربوں کا حساب بتا دیتے تھے۔ جو اس قدر درست ہوتا تھا کہ بڑے بڑے حساب دان اور ماہر شماریات بھی دنگ رہ جاتے۔

علم طب

سامعین! آپؓ نے علم طب بھی حاصل کیا تھا۔ اس سلسلہ میں آپ ریسرچ بھی کرواتے رہتے تھے۔ آپ نے اپنی نگرانی میں قادیان اور ربوہ میں آسان اور سستے علاج کے لئے "دواخانہ خدمتِ خلق" قائم فرمایا اور اپنی نگرانی میں بڑے عمدہ نسخے تیار کروائے۔ اس کے علاوہ پرفیومری یعنی عطر سازی میں بھی آپ کو دسترس حاصل تھی۔ ربوہ میں اپنی نگرانی میں "ایسٹرن پرفیومری کمپنی" قائم فرمائی۔

جامعہ احمدیہ میں طلبہ کو طب سکھانے کا انتظام فرمایا۔ اس کے علاوہ وقف جدید کے قیام کے ذریعہ دیہات میں طب کو ترویج دی۔

طب کے ساتھ آپ کو شروع سے ہی لگاؤ تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو طب کا خاص خیال تھا مجھے جو علم علاوہ قرآن کریم اور حدیث کے حکماء سے پڑھوایا وہ طب تھا۔ فرماتے تھے یہ ہمارا خاندانی شغل ہے چنانچہ دو تین ابتدائی کتب حضرت مولوی نور الدین صاحب سے طب کی مَیں نے پڑھیں پھر دوسرے کاموں میں لگ گیا۔ ارادہ ہے کہ اپنے ایک بچے کو علم طب کے ایسے اصول پڑھواؤں کہ طب کا صحیح حصہ قائم رکھا جائے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 128-127 جدید ایڈیشن)

اِس کے علاوہ حضورؓ نے زینت محل لال کنواں دہلی میں ویدک یونانی دواخانہ قائم فرمایا۔ دواخانہ جاری کرنے سے پہلے حضور نے چند واقفین کو طب یونانی کی تعلیم دلائی اور خود بھی ویدک اور یونانی ادویہ سے متعلق قیمتی مشورے دئے۔ (تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 72 جدید ایڈیشن)

علم تصوف

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ کو اللہ تعالیٰ نے علم تصوف سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ حضورؓ نے تصوف کے مسائل دنیا کے سامنے ایک نئے اور اچھوتے انداز میں پیش فرمائے اور صوفیاء کے مقام کو علماءِ ظاہر سے منفرد ثابت فرمایا۔ آپؓ نے دلائل اور شواہد سے ثابت کیا کہ اسلام کی بقا میں صوفیاء کا بہت زیادہ حصّہ ہے۔ تصوف سے جو غیر شرعی باتیں در آئی تھیں ان کو الگ کر کے حقیقی تصوف کو صاف کر کے آپؓ نے پیش کیا۔ چونکہ آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زیرِ سایہ تربیت پائی تھی جو شریعت اور تصوف کا حسین امتزاج تھے۔ حضور نے تصوف کے موضوع پر بہت سی کتب تحریر فرمائیں اور تقاریر میں تصوف کے مسائل نہایت سادہ اور دلچسپ پیرایہ میں بیان فرمائے ہیں۔

اصلاحی وتربیتی تقاریر وتصانیف

امام جماعت احمدیہ کی حیثیت سے افراد جماعت کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھنا، نوجوانوں کے اخلاق سنوارنا، ان کی جسمانی اور روحانی ضروریات کا احساس ہونا، موجودہ مغربی تہذیب کی یلغار اور اس سے بچانا، عورتوں کے مسائل و حقوق اور ان کی نگہداشت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام امور ایسے ہیں اور یہ تمام ایسی ذمّہ داریاں ہیں جو امام جماعت احمدیہ کو سر انجام دینا ہوتی ہیں۔ ان تمام ذمہ داریوں سے عہدہ بر آ ہونے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے بہت سی اصلاحی و تربیتی تقاریر کیں اور کتب تصنیف فرمائیں۔

اِس کے علاوہ افرادِ جماعت کو اندرونِ ملک اور بیرون ملک میں اسلام کے اہم رکن تبلیغ کی طرف خطبات و تقاریر اور کتب کے ذریعہ راغب رکھا تا اسلام احمدیت کی صداقت واضح اور مدلل رنگ میں دنیا کے سامنے پیش ہو۔

غیر مبائعین سے خطاب

سامعین! حضور جب 1914ء میں منصب خلافت پر فائز ہوئے تو جماعت دو حصوں میں بٹ گئی۔ غیر مبائعین نے آپؓ پر شدید اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔ وہ لوگ جو کل تک آپ کو ہی پسر موعود سمجھتے رہے اور مرزا محمود احمد کے وجود کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے ثبوت کے طور پر پیش کرتے رہے تھے۔ وہی آپؓ کے مخالف ہو گئے۔ اختلاف سلسلہ کے نتیجہ میں غیر مبائعین نے بعد میں احمدیت کے بنیادی عقائد میں بھی بہت سی تبدیلیاں کر لیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے مدلل خطبات اور کتب کے ذریعہ ان کا رڈ فرمایا اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو اپنے عقائد پر سوچنے پر مجبور کر دیا۔ بعض کو اللہ تعالیٰ نے بیعتِ خلافت کی توفیق عطا فرمائی۔ وہ تو آغاز میں اکثریت کے دعوے کر رہے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی میں ایک معمولی اقلیت کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔

غیر مذاہب کے متعلق کتب

احمدیت سے قبل اسلام کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی۔ دنیا کے تمام مذاہب اس پر حملہ آور تھے اور کوئی دفاع کرنے والا نہ تھا۔ احمدیت نے اسلام کو نئی زندگی بخشی۔ نہ صرف غیر مذاہب کے اعتراضات کے دندان شکن جواب دیئے بلکہ دیگر مذاہب پر جارحانہ یلغار کر دی اور ان کے عقائد کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔ ان کو اپنے مذہب کی صداقت ثابت کرنا مشکل ہو گیا۔ اس میدان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؓ کے حسن و احسان کے نظیر نے مذاہب باطلہ کے مقابلہ میں زبردست جہاد کیا۔ آپؓ نے اپنے خطبات اور تقاریر کے ذریعہ اسلام کی برتری اور دوسرے مذاہب کا بطلان ثابت کیا۔ چنانچہ وہ لوگ جو کل تک اسلام کو اپنا شکار بنائے بیٹھے تھے وہ خود اسلام کا شکار ہو گئے۔

علم نفس

موجودہ زمانہ میں علم نفس کے ذریعہ اسلام کے خلاف ایک رَو پیدا کی گئی ہے اور علم نفسیات کو اسلام پر اعتراضات کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس علم کے ذریعہ اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑے رکیک حملے کئے گئے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ دوبارہ اُن کو بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔

سیاسیات

سامعین! جماعت احمدیہ بنیادی طور پر ایک مذہبی جماعت ہے سیاسیات سے اس کا کوئی تعلق نہیں مگر جب کبھی متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کا مسئلہ اٹھا تو جماعت احمدیہ نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ تقسیم ہندوستان سے قبل جب مسلمان سیاسی لیڈر ہندو مسلم اتحاد کے لئے کوشاں تھے اور ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ لگایا جا رہا تھا۔ ان حالات میں حضرت مصلح موعودؓ نے مسلمانوں کے حقوق کے لئے جو کوشش اور جدوجہد فرمائی وہ تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے۔ مطالبہ پاکستان کے سلسلہ میں جب حضرت مصلح موعودؓ نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور بھرپور حمایت کا اعلان فرمایا تو اس وقت بعض ہندو اخبارات نے تحریر کیا کہ پاکستان میں احمدیوں کے ساتھ کابل جیسا سلوک ہو گا تو حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ ہم اس لئے مطالبہ پاکستان کی حمایت کر رہے ہیں کہ مسلمان حق پر ہیں۔ خواہ وہ اس سے بڑھ کر ہمارے ساتھ سلوک کریں۔ ہم ان کے جائز مطالبہ کی حمایت کرتے رہیں گے۔ اس کے علاوہ حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک خلافت، تحریک موالات، تحریک عدم تعاون، نہرو رپورٹ، آل پارٹی مسلم کانفرنس، گول میز کانفرنس اور قرارداد پاکستان کی منظوری سے لے کر قیام تک ہر مرحلہ پر تحریک پاکستان کی ہر ممکن مدد فرمائی۔ بلکہ قیام پاکستان کے موقع پر جو فسادات ہوئے اس اہم موقع پر قادیان میں ایک لاکھ سے زائد مسلم مہاجرین کے قیام و طعام کا انتظام فرمایا۔ بعد میں ان کو بحفاظت پاکستان منتقل کرنے کے انتظامات کئے اس سلسلہ میں وزیرِ اعظم ہندوستان نہرو اور گاندھی سے رابطہ رکھا تا کہ مہاجرین کو بحفاظت پاکستان کی سرحد تک پہنچایا جا سکے۔

اس کے علاوہ آپ نے اہلِ کشمیر جو ایک سو سال سے ڈوگرہ حکومت کے مظالم کا شکار تھے اور ان سے جانوروں جیسا سلوک روا رکھا جارہا تھا ان کو بیگار میں پکڑ لے جاتے گھر والوں کو اس کا علم تک نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ نے اہلِ کشمیر کے حقوق کی بحالی کے لئے بہت جدوجہد فرمائی۔ حضور کی مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں آخر اہلِ کشمیر کو بہت سے حقوق مل گئے (تاریخ احمدیت جلد پنجم جدید ایڈیشن از مولانا دوست محمد شاہد صاحب) اس سلسلہ میں حضور نے اِس سلسلہ میں 40 کے قریب کتب اور رسائل و پمفلٹس لکھ کر شائع کروائے جو حضورؓ کی سیاسی فہم و فراست کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

سامعین! اہلِ کشمیر کے حقوق اور دفاع میں حضورؓ کی تصانیف نے بہت پذیرائی حاصل کی اور نامور ادیبوں اور سیاستدانوں نے ان کتب پر ریویو لکھے اور کھل کر حضورؓ کے تبحرِ علمی کی داد دی۔ چنانچہ "ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل" کے متعلق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے لکھا۔ "تبصرہ کے چند مقامات کا میں نے مطالعہ کیا ہے نہایت عمدہ ہے"

سیٹھ عبداللہ ہارون ایم اے ایل ایل۔ بی لکھتے ہیں:

"میری رائے میں سیاسیات کے باب میں جس قدر کتابیں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں ان میں کتاب "ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا حل" بہترین تصانیف میں سے ہے"

سر ہیون رومر لکھتے ہیں:

"اس چھوٹی سی کتاب کے ارسال کے لئے امام جماعت احمدیہ کی تجاویز مندرج ہیں۔ مَیں تہہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ سائمن کمیشن پر بھی یہی ایک مفصل تنقید ہے۔ جو میری نظر سے گزری ہے مَیں ان تفصیلات کے متعلق کچھ عرض نہ کروں گا۔ جن کے متعلق اختلاف رائے ایک لازمی امر ہے لیکن میں اِس اخلاص مقبولیت اور وضاحت کی داد دیتا ہوں جس سے ہز ہولی نس (امام جماعت احمدیہ) نے آپ کی جماعت کے خیالات کا اظہار کیا ہے اور ہز ہولی نس کے نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے اس امر کے متعلق بلند خیال سے بہت متاثر ہوا ہوں"

سامعین! نہرو رپورٹ کے آنے پر حضورؓ نے اس پر مدلل تبصرہ مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ کے نام سے قسط وار شائع فرمایا پھر کتاب کی صورت میں ہندوستان بھر میں اشاعت کی گئی پھر انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے انگریز افسران اور انگلستان کے سیاستدانوں ممبران پارلیمنٹ کو بھجوائی گئی تا وہ مسلمانوں کے حقوق سے آگاہ ہوسکیں جہاں ہندوستان بھر میں اس کتاب کو سراہا گیا بعض مصنفوں نے حضور کی اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"اس سال 1928ء نہرو رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے قادیانی فرقے کے راہنما مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ایک واضح تجویز پیش کی۔" (قرارداد پاکستان کا پس منظر صفحہ 36 از ریاض صدیقی۔ کراچی)

تحریک آزادی کے نامور راہنما مولانا محمد علی جوہر صاحب لکھتے ہیں:

"ناشکری ہوگی اگر جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے اپنی خدمات وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی تنظیم اور تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں اور وہ وقت دور نہیں جب کہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل سوادِ اعظم اسلام کے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے بلند بانگ و در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔" (اخبار ہمدرد دہلی 26/ دسمبر 1227ء)

اس سلسلہ میں ایک موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے خود فرمایا:

"سر فضل حسین صاحب نے مجھے کہلا بھیجا کہ آپ سیاسیات میں کیوں دخل نہیں دیتے۔ مولوی فضل الحق صاحب سابق وزیرِ اعظم بنگال اور عبداللہ سہروردی صاحب نے کہا کہ ہم آپ کے سیاسی مرید ہیں اور ڈاکٹر محمود صاحب نے میرے ایک سیاسی رسالہ کا ذکر کر کے کہا۔ مَیں اسے ہر وقت جیب میں رکھتا ہوں۔ غرض اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیاسی امور میں بھی ہمیشہ میرا مشورہ ٹھیک ثابت ہوا۔"

"جب دہلی کی خلافت کانفرنس ہوئی تو مجھے بھی اس میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی۔ میں نے ایک رسالہ لکھ کر تقسیم کرانے کے لئے بھیج دیا اور اس میں بعض مشورے اس تحریک کی کامیابی کے لئے دیئے مگر اس وقت کے کارپردازوں نے ان پر توجہ نہ کی اور عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر وفات سے کچھ عرصہ قبل مولانا شوکت علی صاحب مجھ سے ملے تو انہوں نے بتایا کہ فلاں فلاں وجہ سے ہماری تحریک فیل ہوگئی ہے۔ مَیں نے کہا کہ مَیں نے فلاں فلاں مشورہ آپ لوگوں کو دیا تھا اگر آپ ان پر عمل کرتے تو آج ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔ انہوں نے افسوس کے ساتھ اس بات کا اظہار کیا کہ مجھے آپ کا وہ رسالہ نہیں ملا۔ سو اللہ تعالیٰ نے سیاسیات میں بھی مجھے راہنمائی کی توفیق دی۔" (تقریر لدھیانہ 21/مارچ 1944ء از انوار العلوم جلد 17 صفحہ 267)

فوجی امور میں مہارت

سامعین! اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو عسکری امور میں بھی مہارت عطا فرمائی تھی۔ آپؓ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"یاد رکھو! بہترین جرنیل دنیا میں وہی سمجھا جاتا ہے جو اپنی فوج کو عقل کے ساتھ پھیلا سکے..... اللہ تعالیٰ نے مجھے علم دیا اور ہر قسم کا علم دیا ہے..... میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اگر چاہوں تو فوجی نظام پر ایک کتاب لکھ سکتا ہوں اور میں الٰہی علم کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ بہترین جرنیل وہی ہے جو فوج کو عقل کے ساتھ پھیلا سکتا ہے یعنی بغیر اس کے کہ دشمن کو اپنے کسی کمزور مقام پر حملہ کرنے کا موقع دے وہ اپنی فوج کو پھیلاتا چلا جائے کیونکہ اس طرح دشمن ہمیشہ اس کے نرغہ میں گھر جانے کے خطرہ میں رہتا ہے۔ پس اس کی دانائی یہ ہے کہ وہ اپنے کمزور مقاموں کا دشمن کو پتہ نہ لگنے دے تا دشمن اس پر حملہ نہ کر دے لیکن اپنے لشکر کو پھیلاتا چلا جائے تا دشمن اس کے نرغہ میں گھر جائے" (خطباتِ محمود جلد 17 صفحہ 30،31)

قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے پاکستان کے استحکام کے سلسلہ میں لاہور میں چھ نہایت بصیرت افروز اور معلومات افروز لیکچر دیئے۔ جس میں دو لیکچر فوجی امور پر بھی تھے۔ یکم دسمبر 1947ء کو پاکستان کا مستقبل دفاع اور 10/ جنوری 1948ء کو بحری طاقت اور سیاست کے لحاظ سے پاکستان کا دفاع کے عنوان سے دیا۔ ان لیکچرز کو پاکستان کے ارباب حل وعقد نے سراہا اور دانشوروں نے حضور کی خدمت میں اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا۔ مثلاً ملک عبد القیوم صاحب پرنسپل لاء کالج نے حضور کی خدمت میں خط لکھا جس کا ایک اقتباس پیش ہے:

"لیکچر میں آپ نے پاکستان کی برّی اور بحری سرحدوں کے غیر محفوظ ہونے کی خوب وضاحت فرمائی ہے اور جیسا کہ آپ نے فرمایا یہ بھی کلیۃً حقیقت پر مبنی ہے کہ پاکستان کا قابل انتظام زمینی رقبہ ہی ہمارے حق میں ہو سکتا ہے..... مَیں آپ کی اس تجویز سے بھی متفق ہوں کہ مشرقی پاکستان سے سمندر کے راستہ جزائر لکادیپ اور مالدیپ کے ذریعہ تعلق قائم کریں۔ اگر ہمارے پاس زمینی راستہ نہ ہو تو راستے میں ایک امدادی اسٹیشن تو ہونا چاہیئے" (ترجمہ از انگریزی خط تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 408)

بہت سے اخبارات نوائے وقت، اخبار نظام، اخبار زمیندار، اخبار سفینہ، انگریزی اخبار ایسٹرن ٹائمز نے حضور کی تقریر کے اقتباسات درج کر کے آپ کی تقریر کو سراہا۔

ایسٹرن ٹائمز نے 3 دسمبر کی اشاعت میں سارے لیکچر کی تفصیل دی۔ ایک اقتباس پیش ہے:

"پاکستان کے سرحدوں کے تحفظ اور دفاع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت امام جماعت احمدیہ کی یہ رائے تھی کہ وہ لوگ جو سرحد کے ساتھ ساتھ بستے ہیں انہیں فوری طور پر مسلح کر دیا جائے اور انہیں فوجی اسلحہ کے استعمال کی تربیت دی جائے۔ وقت کی سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ آبادی کے ہر طبقے میں تنظیم وضبط کی روح پیدا کی جائے۔"

کوئٹہ سٹاف کالج میں لیکچر

1948ء میں جب حضرت مصلح موعودؓ جماعتی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں کوئٹہ تشریف لے گئے وہاں آپؓ نے درس القرآن کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپؓ کو کوئٹہ سٹاف کالج میں ایک لیکچر کی دعوت دی گئی۔ حضور نے پاکستان کے دفاع کے سلسلہ میں وہاں ایک لیکچر دیا جس میں پاکستان کے دفاع کے سلسلہ میں کون سی سرحدی تدابیر اختیار کرنی چاہیئے ان پر تفصیل سے روشنی ڈالی تھی۔

غذاء کا مسئلہ

آج دنیا میں بہت سے ممالک غذائی بحران کا شکار ہیں اور لوگ بھوک سے مر رہے ہیں۔ مسلم ممالک میں سوڈان کی صورت حال بہت نازک ہے۔ پاکستان سمیت ایشیاء اور جنوبی امریکہ کے ممالک مشکل صورت حال سے گزر رہے ہیں۔ بعض ممالک اپنی آزادی کو گروی رکھ کر سامراجی طاقتوں سے غذائی امداد حاصل کرنے کی تگ ودو میں مصروف ہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

"غذا کا مسئلہ دنیا میں کوئی دو سو سال سے مختلف ممالک میں زیرِ بحث چلا آرہا ہے۔ اِس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

"اس دُنیا میں رہنے والوں کے کھانے پینے کے لئے ہر چیز کو اندازہ کے مطابق بنا دیا ہے۔" (حٰم السجدہ: 11)

لہٰذا سب کو علم ہونا چاہیئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ ایک دفعہ مسٹر کپور جو پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسر غذا تھے مجھ سے ملنے کے لئے قادیان آئے اور میں نے قرآنی آیات سے ان کو غذا کا معاملہ سمجھایا تو بہت حیران ہوئے اور خواہش کی کہ یہ آیات مجھے لکھ کر دی جائیں چنانچہ میں نے ان کو لکھوا دیں۔" (تفسیر صغیر صفحہ 629 حاشیہ)

تمام اہلِ علم کو چیلنج دیتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"آج میں دعوے کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہوں بلکہ آج سے نہیں بیس پچیس سال سے میں یہ اعلان کر رہا ہوں کہ دنیا کا کوئی فلاسفر، دنیا کا کوئی پروفیسر، دنیا کا کوئی ایم اے، خواہ وہ ولایت کا پاس شدہ ہی کیوں نہ ہو اور خواہ وہ کسی علم کا جاننے والا ہو، خواہ وہ فلسفہ کا ماہر ہو، خواہ وہ منطق کا ماہر ہو، خواہ وہ علم النفس کا ماہر ہو، خواہ وہ سائنس کا ماہر ہو، خواہ وہ دنیا کے کسی علم کا ماہر ہو۔ میرے سامنے آکر قرآن اور اسلام پر کوئی اعتراض کرے تو نہ صرف میں اس کے اعتراض کا جواب دے سکتا ہوں بلکہ خدا کے فضل سے اس کا ناطقہ بند کر سکتا ہوں۔ دنیا کا کوئی علم نہیں جس کے متعلق خدا نے مجھ کو معلومات نہ بخشی ہوں اور اس قدر صحیح علم جو اپنی زندگی درست رکھنے یا قوم کی راہنمائی کے لئے ضروری ہو مجھ کو نہ دیا گیا ہو۔" (دعویٰ مصلح موعود کے متعلق پُر شوکت اعلان از انوار العلوم جلد 17 صفحہ 155)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ آپؓ کے ظاہری علم کی ایک مثال یوں بیان فرماتے ہیں۔

"حضرت مصلح موعودؓ نے 28/ دسمبر 1908ء کے جلسہ میں اس موضوع پر ایک بڑا پُر مغز خطاب فرمایا کہ "ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں"۔ یہ خیالات ایک انیس سالہ نوجوان کے ہیں۔ حضور نے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ۔۔۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یہاں تک یہ آیت ہے۔ سورہ توبہ کی 111-112 آیت۔ دونوں آیات وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ تک تلاوت کیں اور اس کے بعد فرمایا: ہر ایک شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ خدا نے مجھے کیوں پیدا کیا ہے اور جبکہ مرنا ہے۔ مرنا ہر ایک انسان کے لیے ضروری ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہو گا؟ جب اس چند روزہ زندگی کے لیے انسان اس قدر کوشش کرتا ہے اور تدبیریں کام میں لاتا ہے تو کیا اس لامحدود زندگی کے لیے کوئی ضرورت نہیں؟ یعنی اگلے جہان کی زندگی جو لامحدود ہے اس کے لیے کوئی ضرورت نہیں اور کیا ہمیں اس کے لیے کچھ بھی تیاری نہیں کرنی چاہیے۔ بڑا اہم سوال ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں آپؓ وضاحت کرتے ہیں کہ انسان ایک ذرہ سا سودا کرنے لگے تو بڑی احتیاط کرتا ہے اور ہمیشہ وہی خریدتا ہے جو مفید اور نفع رساں ہو۔

پس کیسا افسوس ہے اس پر جو ایسی تجارت نہ کرے جس میں لاکھوں کا نہیں کروڑوں کا نہیں بلکہ غیر محدود نفع ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں آپؓ فرماتے ہیں کہ پس انسان کو چاہیے کہ اپنے لیے وہ مال جمع کرے جو اس کے کام آئے نہ وہ کہ اس کے بعد اس کے ورثاء برباد کر دیں۔ لیکن یہ دنیاوی مال تو ورثاء برباد بھی کر سکتے ہیں لیکن اگر یہ اس قرآن کی بتائی ہوئی تجارت کرتا ہے تو اس سے وہ نفع اٹھائے گا۔ اس کے بعد کوئی اسے برباد نہیں کر سکے گا بلکہ مرنے کے بعد اسی کے کام آئے گا۔ آپؓ فرماتے ہیں خدا تعالیٰ ایسے تاجروں کا خود خزانچی بن جاتا ہے۔ پس جس کا خزانچی خدا خود ہو اس کو اَور کسی کی کیا ضرورت ہے؟ جو اس طرح خدا کے ساتھ تجارت کریں اور اس کی فوجوں میں داخل ہو جائیں۔ ان میں دلیری بھی چاہیے اور چاہیے کہ وہ اپنی جانیں لفظاً نہیں بلکہ عملاً خدا کے سپرد کر دیں۔ حضورؓ نے ایسی تجارت کرنے والوں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیوں اور فتوحات کا ذکر فرمایا کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے انہیں دشمن پر فتح عطا فرمائی اور غلبہ سے نوازا۔ اس تجارت یا بیع کے لیے بعض شرائط بھی ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ انسان ہر وقت اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے اور اس طرح معافی مانگنے سے اپنے دل کے زنگ کو دور کرتا ہے۔ نمبر دو یہ کہ خدا تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کرنے کے لیے عبادت کی طرف توجہ کرے۔ نمبر تین یہ کہ حمد و شکر اور خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرنے کا التزام رکھے۔ نمبر چار یہ کہ امر بالمعروف کرے۔ نمبر پانچ یہ کہ حدود الٰہیہ کی حفاظت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدود مقرر کی ہیں ان کی حفاظت کرے۔ اِن امور پر عمل کرنے والا مخلص مومن کامیاب و کامگار ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں پاتا ہے۔" (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 1 صفحہ 6-7) (خطبہ جمعہ فرمودہ 19/ فروری 2021ء)

سامعین! پھر حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

"مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے ایک موقع پر آپؓ نے نصائح فرمائیں۔ "معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ" کے عنوان سے اِلٰہ آباد میں خلافت کمیٹی کے تحت ایک کانفرنس ہوئی تھی اس میں جو بیان فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ عظیم اول کے بعد فاتح اتحادی ممالک نے دولتِ عثمانیہ سے صلح کی جو شرائط طے کیں وہ انتہائی ذلت آمیز تھیں۔ ان کی رو سے سلطنت ترکی کے حصے بخرے کر دیے گئے تھے۔ اس کی بحری و بری و ہوائی افواج نہایت محدود کر دی گئیں اور اس پر بعض اَور کڑی پابندیاں بھی لگا دی گئیں۔ ان حالات میں ترکی کی سلطنت کے ساتھ صلح کی شرائط کے مسئلہ پر غور کرنے اور مسلمانوں کے لیے آئندہ طریق عمل سوچنے اور تجویز کرنے کے لیے یکم اور 2/ جون 1920ء کو الٰہ آباد میں خلافت کمیٹی کے تحت ایک کانفرنس کا انعقاد کیا جانا مقرر ہوا۔ جمعیت علمائے ہندوستان کے مشہور لیڈر جناب مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے 30/ مئی 1920ء کو حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں ایک خط کے ذریعہ اس کانفرنس میں اپنے خیالات کے اظہار کے لیے دعوت دی۔ چنانچہ حضور نے 'معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ' کے عنوان سے ایک دن میں یہ مضمون تحریر فرمایا اور اسے راتوں رات چھپوا کر حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب، حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب اور حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے ذریعہ بھجوایا۔ حضورؓ نے اپنے اس مضمون میں معاہدہ ترکیہ کی شرائط کے نقائص کی نشاندہی فرما کر اس کے بد اثرات سے بچنے کے لیے مسلمانوں کے سامنے بعض تجاویز پیش فرمائیں۔ حضور نے نہایت مدلل انداز میں اپنے موقف کو پیش کرتے ہوئے یہ واضح فرمایا کہ جو تجاویز ہجرت، جہاد عام اور گورنمنٹ سے قطع تعلق کرنے کی پیش کی جا رہی ہیں یہ ناقابل عمل اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔ حضورؓ نے اپنی طرف سے یہ تجویز فرمائی کہ مسلمان متفق اللسان ہو کر یعنی ایک زبان ہو کر اتحادی حکومتوں پر یہ واضح کر دیں کہ چونکہ انہوں نے ترکوں سے صلح کی شرائط اپنے تجویز کردہ قواعد کے خلاف رکھی ہیں اور اس معاہدے میں مسیحی تعصب دکھائی دیتا ہے نیز ان شرائط میں سرمایہ داروں (Capitalist) کے مفادات کو مدّنظر رکھا گیا ہے لہٰذا مسلمان اس فیصلہ کو ناپسند کرتے ہیں اور اسے تبدیل کرنے کی اپیل کرتے ہیں۔ اس مضمون میں حضورؓ نے مذکورہ تجویز کے علاوہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی اور بہبود کے لیے بلا تاخیر ایک عالمگیر لجنہ اسلامیہ یعنی مؤتمر عالم اسلامی قائم کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 5 صفحہ 10)

آج جو کہتے ہیں یہ جو بنائی ہے کہ مسلمان اکٹھے ہوں وہ بھی فیصلہ نہیں کر سک رہی۔ لیکن یہ تجویز بھی حضرت مصلح موعودؓ نے دی تھی۔ اس مضمون میں جو حالات کا نقشہ کھینچا گیا ہے آج بھی عمومی طور پر بعض مغربی طاقتوں کا مسلمانوں کی حکومتوں کے ساتھ یہی رویہ اور سلوک نظر آتا ہے۔ اُس وقت جب یہ انٹرنیٹ وغیرہ کی سہولتیں بھی نہیں تھیں یہ غیر معمولی تجزیہ جو آپؓ نے کیا تھا اور پھر جو مشورے دیے تھے وہ آپؓ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید کی نشاندہی کرتا ہے اور **دنیا کا علم جو اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو عطا کیا اور آپؓ کی ذہانت جو اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا اس کی نشاندہی کرتا ہے۔"**

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19/ فروری 2021ء)

سامعین! پھر فرمایا۔

"آپؓ نے ایک تصنیف 1921ء میں "تحفہ شہزادہ ویلز" کے نام سے فرمائی۔ شہزادہ ویلز کی ہندوستان آمد کے موقع پر ان کو پیش کی گئی۔ اس کا خلاصۃً (مضمون) یہ ہے کہ برطانیہ عظمیٰ کے ولی عہد شہزادہ ویلز دسمبر 1921ء میں ہندوستان کے دورے پر آئے۔ یہ وہی شہزادے ہیں جو بعد میں ایڈورڈ ہشتم کہلائے اور 1936ء میں چرچ آف انگلینڈ سے اختلاف کر کے تخت سے دستبردار ہو گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ان کی ہندوستان آمد کے وقت "تحفہ شہزادہ ویلز" کے عنوان سے ایک کتاب تصنیف فرمائی اور حضور کی تجویز کے مطابق جماعت احمدیہ کے بتیس ہزار دو سو آٹھ ممبروں نے ایک آنہ فی کس جمع کر کے اس کتاب کی اشاعت کا انتظام کیا اور جماعت احمدیہ کے ایک وفد نے لاہور میں 27/ فروری 1922ء کو گورنمنٹ پنجاب کے توسط سے پرنس آف ویلز کی خدمت میں ایک ایڈریس کے ساتھ یہ کتاب اسلام کے بے نظیر تحفہ کی صورت میں پیش کی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس مختصر عالمانہ تصنیف میں حکومت وقت سے وفاداری کے اظہار کے علاوہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مختصر حالات اور سلسلہ احمدیہ کی تعلیم، تاریخ اور اس کے قیام کی غرض بیان فرمائی۔ آخر میں سنتِ رسول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے برطانیہ کے تخت و تاج کے وارث تک اسلام کا پیغام نہایت مؤثر رنگ میں پہنچا کر اسے اسلام کی طرف دعوت دی ہے۔ شہزادہ ویلز نے حضور کی طرف سے پیش کیے گئے اس تحفے کو قبول کیا اور اپنے چیف سیکرٹری کے ذریعہ اس کا شکریہ بھی ادا کیا۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 6 صفحہ 7)

اس بارے میں تاثرات یہ ہیں کہ شہزادہ ویلز جو بعد میں ایڈورڈ ہشتم بنے، 1936ء میں انگلینڈ چرچ سے جیسا کہ میں نے بتایا اختلاف کی وجہ سے تخت سے دست بردار ہوگئے اور انہوں نے اس تحفے کو بڑی قدر کی نگاہ سے اور احترام سے دیکھا اور نہ صرف اپنے چیف سیکرٹری کے توسط سے اس کا شکریہ ادا کیا بلکہ مارچ 1922ء کو لاہور سے جموں تک کے سفر میں اسے مکمل طور پر مطالعہ کیا اور بہت خوش ہوئے۔ اور جیسا کہ بعد کی اطلاعات سے معلوم ہوا کہ کتاب پڑھتے پڑھتے بعض مقامات پر ان کا چہرہ گلاب کی طرح شگفتہ ہو جاتا تھا۔ اسی طرح ان کے ایڈیکانگ نے یہ بھی بتایا کہ وہ کتاب پڑھتے پڑھتے یکدم کھڑے ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اس کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے صراحتاً عیسائیت سے بیزاری کا اظہار کیا۔

اخبار ''ذوالفقار'' نے 24/اپریل 1922ء میں اس کتاب پر ریویو کیا۔ وہ لکھتا ہے کہ ہم خلیفہ ثانی کے سلسلہ احمدیہ کی اشاعت اسلام میں ہمت کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے... تحفہ ویلز کا بہت سا حصہ ایسا ہے جو تبلیغ اسلام سے لبریز ہے اور ایک عظیم الشان کارنامہ ہے کہ جس کو دیکھتے ہوئے غیر احمدی ضرور رشک کریں گے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اخبار نویسی کے میز پر تعصب کی مالا گلے سے اتار کر رکھ دیتے ہیں۔ اس واسطے اس تحفے کو دیکھ کر ہم عش عش کر اُٹھے۔ اس تحفے میں فاضل مصنف نے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ دعوتِ اسلام کو بڑی آزادی اور دلیری کے ساتھ برطانیہ کے تخت و تاج کے وارث تک پہنچا دیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسلام کے کسی فرقے کا کوئی فرد یا موجودہ زمانے کا کوئی شورش پسند اخبار حسد اور بغض کی راہ سے اس تحفے پر کوئی حملہ کرے۔ ہمیں اس تحفہ میں کوئی ایسا مقام دکھائی نہیں دیا جس میں خوشامد سے کام لیا گیا ہو۔ ہاں بعض مقامات ایسے ہیں جس میں مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کے ابتدا سے آخر تک مختصر سے حالات لکھے ہیں لیکن وہ واقعات امن پسندی اور حکومت کی وفاداری کا اظہار ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ بدامن اور شورش پسند فرقے کو کبھی خدا دوست نہیں رکھتا اور تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

اسی طرح پنجاب کے ایک نیم سرکاری اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے 18/اپریل 1922ء کی اشاعت میں لکھا کہ ''یہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ نہایت قابلیت اور علمیت کے ساتھ اپنے دلائل کو احسن رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔... قطع نظر اس کے کہ اس کی وسیع غرض ایک تبلیغی کوشش ہے خواہ پرنس آف ویلز احمدی ہوں یا نہ ہوں اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کی قدر و قیمت میں اور ان لوگوں کے لطف میں کمی نہیں ہو سکتی جو مذہب میں اور خاص کر ہندوستان اور برطانیہ کے بے شمار مذاہب میں دلچسپی رکھتے ہیں۔'' (تاریخ احمدیت جلد نمبر 4 صفحہ 294) بیرونی دنیا پر بھی اس کتاب نے گہرا اثر ڈالا۔ مغربی ممالک میں تو اس نے تبلیغ اسلام کا ایک نیا راستہ کھول دیا۔ چنانچہ ویانا جو آسٹریا کا کیپیٹل (Capital) ہے وہاں کے ایک پروفیسر نے جو تین زبانوں کا ماہر تھا، اسے پڑھ کر بے حد خوشی کا اظہار کیا اور افسوس کیا کہ وہ بوڑھا ہو گیا ہے ورنہ دنیا بھر میں اس کی اشاعت کرتا۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے امریکہ سے لکھا کہ اس کتاب نے امریکہ کو بہت متاثر کیا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا امریکہ کے علمی تقاضوں کے مطابق یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ مغربی ممالک کے علاوہ افریقہ میں بھی اس کا اثر ہوا۔ چنانچہ نیروبی کے اخبار ''لیڈر'' نے لکھا کہ گو میں عیسائی نہیں مگر عیسائیوں کے گھر پیدا ہوا ہوں اور ان کے لٹریچر کو خوب سمجھتا ہوں لیکن جو کچھ مجھے اس کتاب سے حاصل ہوا ہے اور جو میں نے حظّ اٹھایا ہے اسے بیان نہیں کر سکتا۔ اس کتاب کا لکھنے والا گو مسلمان ہے لیکن شبہ غالب ہے کہ وہ عیسائیوں میں سالہا سال تک رہا ہے اور ان کے لٹریچر کو اس نے غور سے پڑھا ہے ورنہ یہ بہت مشکل ہے کہ وہ عیسائیوں کو ایسی پتے کی باتیں اس دھڑلے سے سنائے۔ آج تک کوئی ایسی کتاب میری نظر سے نہیں گزری جو مذہبی بنیاد پر لکھی گئی ہو اور تعصّب سے مبرا رہی ہو۔ اس شان کی یہ پہلی کتاب ہے۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 292 تا 294) (خطبہ جمعہ فرمودہ 19/فروری 2021ء)

تو امینِ فکر و دانش تو ضیائے مہرِ حکمت
ہے فروغِ بزمِ الفت تری ذاتِ بے گماں سے
تجھے عظمتوں نے پالا تجھے نصرتوں نے چوما
تری گفتگو مزین ہے جمالِ کہکشاں سے
مرے دل کا ذرہ ذرہ تری عظمتوں کا قائل
تری رفعتیں نمایاں ترے روئے ذی شاں سے

(اِس تقریر کا کچھ حصہ مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب کے مضمون سے لیا گیا ہے)

✡✡✡✡